قدیم عربی نظامِ تعلیم سے متعلق

مولانا عبدالحقؒ کے وزارتِ تعلیم کو مفید مشورے

نئی تعلیمی پالیسی میں قدیم عربی نظامِ تعلیم سے متعلقہ حصہ کے بارہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے جو مشورے وزارتِ تعلیم کو بھیجے تھے انہیں یہاں شائع کیا جا رہا ہے ۔ (ادارہ)

جنرل آغا محمد یحییٰ خان صاحب صدر مملکت خداداد پاکستان اور ان کے معزز رفقاء نے مملکت کی فلاح کے لیے کئی اصلاحی قدم اٹھائے ہیں اور بہت سے امور کی اصلاح کی طرف توجہ دی جا رہی ہے۔ چنانچہ تعلیم کی اصلاح اور بہبود کی خاطر نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان بھی حکومت کے اسی نیک جذبہ کا مظہر ہے۔ اس پالیسی میں مروجہ دو قدیم اور جدید تعلیمی نظاموں میں تبدیلی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ جدید تعلیم کا مقصد سرکاری ملازمت کے لیے نوجوان طبقہ تیار کرنا تھا اور اس تعلیم میں کوئی ایسی خوبی نہ تھی جو نوجوانوں کو ایک آزاد ترقی پذیر قوم کی سیاسی، سماجی یا اقتصادی ضروریات سے آگاہی بخشے، بالفاظ دیگر جدید تعلیم کا مقصد لارڈ میکالے کی پالیسی کو پورا کرنا تھا جو حکومت چلانے کے لیے صرف مشینی پرزوں کی طرح کام دے سکیں۔ ان کا قالب تو پاکستانی یا ہندوستانی ہو مگر دل و دماغ مغربی ہو۔ قوم کی حقیقی فلاح و بہبود، ملک اور دین کی بھلائی اخلاق اور سماج کی تطہیر اور معاشرہ کی تربیت سے اس تعلیم کو کوئی غرض نہیں تھی۔ دوسری طرف قدیم تعلیم ہے جو عربی مدارس اور دار العلوموں میں درس نظامی کی شکل میں رائج ہے جس کے بارہ میں رپورٹ میں اعتراف کیا گیا ہے کہ اس نظام نے اپنے وقت میں ریاستی ضروریات سے آگاہی بھی بخشی اور اس نظام نے بڑے بڑے مفکر، عالم، دانشور اور منتظم بھی پیدا کیے۔ اس نظام میں بذریعہ حفظ و تکرار علوم دینیہ بزبان عربی اس لیے پڑھائے جاتے ہیں کہ خارجی اثرات سے اسلامی ثقافتی اقتدار کا تحفظ ہو سکے۔ گویا رپورٹ میں پہلی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ عربی قدیم نظام تعلیم نے اب تک اسلامی اقدار و شعائر اور اسلامی تہذیب کو باقی رکھا ہے یعنی تحفظ کیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ دو سو برس کی غلامی اور بد ترین استبداد کے باوجود اگر آج دین اپنی صحیح شکل میں محفوظ ہے تو اس کا سہرا ان قدیم علوم پڑھانے والوں کے سر بندھا ہے اگر دینی مدارس اپنی موجودہ آزاد شکل میں نہ ہوتے تو آج یہ برصغیر بھی بخارا اور تاشقند یا اندلس کا نمونہ پیش کرتا مگر بحمد اللہ تقریباً سو فیصد مسلمانوں کا عقائد صحیحہ پر جمے رہنا اور نصف سے زیادہ مسلمانوں کا عملاً اسلامی تہذیب اور اعمال پر قائم رہنا یہ ان مدارسِ عربیہ کی خدمات جلیلہ کے بار آور ہونے کی واضح دلیل ہے۔ مدتوں اس پروپیگنڈے کے بعد کہ "دینی مدارس کا وجود بالکل لغو اور بے کار ہے"، موجودہ نئی رپورٹ اور ان مدارس کا اسلامی اقدار کے تحفظ کے سلسلہ میں اعتراف کرنا موجودہ حکومت کی نیک نیتی خلوص اور حق پسندی کی دلیل ہے۔ اس رپورٹ سے کم از کم یہ تو واضح ہو جاتا ہے کہ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے نہ تو دین کی خدمت کی اور نہ مملکت کی فلاح اور ترقی کے لیے کوئی خاطر خواہ رہنمائی کی اور اس عرصہ میں مدارس عربیہ نے اگرچہ دنیاوی علوم اور دنیاوی مفاد سے سروکار نہ رکھا مگر دین اسلام کے تحفظ کا کام تو ان مدارس نے انجام دے ہی دیا۔ اگرچہ ہمارے خیال میں دنیوی علوم اور ترقی سے بے اعتنائی کا الزام بھی ان مدارس پر صحیح نہیں، مگر تھوڑی دیر کے لیے اگر یہ بات مان لی جائے تب بھی یہ الزام درست نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارا نظریہ ہے کہ تمدن اور اخلاق و معاشرت کی اصلاح اور تطہیر ہی دنیوی ترقی کا سبب ہے۔ آج بھی جن لوگوں میں مذہب کی حرمت باقی ہے ان میں بے دین اور لا مذہب لوگوں کی بہ نسبت برائیاں بہت کم ہیں تو جس قوم میں دین ہوگا اس کو حقیقی دنیوی ترقی بھی میسر ہوگی وہ ملک و ملت اور قوم و حکومت کا خیر خواہ اور اپنے فرائض کی بجا آوری کرنے والا ہوگا اس لحاظ سے ایک نظریاتی مملکت جس کی اساس اسلام ہو جس کی بقاء مذہب اور مذہبی اقدار پر موقوف ہو۔ اگر کوئی تعلیمی نظام اس بنیادی اور نازک ترین مقصد (مذہب کے تحفظ، فروغ اور اشاعت) کو پورا کر رہا ہو تو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ اس بلند مقصد کو پورا کرنے والے قدیم نظامِ تعلیم کے بارہ میں بھی یہ کہنا کہ یہ ہماری قومی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا اگر گونہ لاعلمی اور زیادتی ہے۔

تاہم رپورٹ کے مطابق اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ نظام بھی ہماری موجودہ ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا اور صرف دین کی خدمت اور دینی اقدار کا تحفظ ہی اس کا مقصد رہا اور برصغیر کی دو سالہ تاریخ اس کی شہادت دے رہی ہے کہ یہ نظام اس مقصد میں کامیاب رہا تو اس کی وجہ بھی ہمارے خیال میں صرف ایک ہے کہ دینی مدارس ہمیشہ حکومت کے کنٹرول اور ہر خارجی دباؤ سے آزاد رہے حالات کی ناسازی، مشکلات اور مصائب کی پرواہ کئے بغیر یہ مدارس دین کے تحفظ اور صحیح خدمت میں مشغول رہے اور جدید نظام تعلیم حکومتوں کی نگرانی اور امداد سے پھلا پھولا اور بیرونی یا داخلی حکومتوں کی پالیسیاں اس پر اثر انداز ہوتی رہیں۔ اگرچہ یہ عربی مدارس بھی شخصی اغراض اور حکومتوں کی پالیسیاں کی وجہ سے دین کو اس قدر بدل چکے ہوتے کہ اصلی دین کا نام و نشان بھی اس برصغیر میں باقی نہ رہتا اور ان مدارس میں دین کی تعبیر و تشریح کا کام حکومتوں کے جائز و ناجائز مقاصد اور پالیسیوں کی روشنی میں کیا جاتا اور دین میں سراسر تحریف ہو جاتی جس کی کئی مثالیں اور افسوسناک نتائج عالم اسلام میں مل سکتے ہیں۔ بحمد اللہ

ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوا اور ان دینی مدارس کو چلانے والوں اور پڑھنے پڑھانے والوں نے خالص خوشنودیٔ خداوندی اور فریضۂ مذہبی جان کر اب تک یہ خدمت انجام دی۔ قوم نے خدمت کی تب بھی، نہ کی تو تب بھی ان مدارس عربیہ اور ان سے نکلنے والے علماءِ حق نے تحفظ دین میں کوتاہی نہیں کی۔ یہ سلسلہ آج تک توکلاً علی اللہ جاری ہے اور مسلمان قوم کی رضاکارانہ تعاون اور امداد سے یہ عظیم کام چل رہا ہے۔ بحمداللہ دین محفوظ ہے اور باوجود کوششوں کے دین میں تغیر و تحریف نہیں کیا جا سکا۔ اب حکومت نے اصلاحی جذبہ کے تحت دونوں نظاموں میں دور رس تبدیلیوں کا ارادہ کیا ہے تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ دنیوی ترقیات اور قومی ضروریات کے لیے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کافی کام ہو رہا ہے اور اہم ترین ضرورت ہے کہ ان اداروں میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی اقدار کی اشاعت کے لیے موثر قدم اٹھایا جائے اس نظام تعلیم کا مقصد صرف لارڈ میکالے کے نظریہ کی تکمیل نہ ہو بلکہ ایک اسلامی معاشرہ اور اسلامی مملکت کے لیے نہ صرف دنیا بلکہ دینی لحاظ سے بھی نہایت کامل اور صالح افراد مہیا ہو سکیں

رہا عربی مدارس کا نصاب تو اس میں اگر مروجہ لازمی علوم و فنون جن کی ضرورت ہے اگر شامل کر دیئے جائیں تو اس سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔ اس لیے کہ دنیوی علوم و فنون سے کسی دور میں یہ مدارس عربیہ خالی نہیں رہے یہ فنون اب بھی مدارس عربیہ میں مثلاً علم حساب میں خلاصۃ الحساب ریاضی میں تصریح و شرح چغمینی اقلیدس اور فلسفہ قدیم میں صدرا شمس بازغہ وغیرہ اور منطق میں کئی کتابیں زیر درس رہتی ہیں۔ اب اگر حکومت بعض عصری ترقی یافتہ علوم اور اضافہ شدہ تحقیقات کو سائنس جغرافیہ وغیرہ کی شکل میں اضافہ کی خواہش رکھتی ہے جن کا خود مدارس عربیہ کو احساس ہے تو اسے نگاہِ تحسین سے دیکھا جا سکتا ہے بشرطیکہ چند باتوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

الف: عربی مدارس کے نصاب میں اولیت اور اہمیت بہرحال علوم دینیہ قرآن و حدیث، تفسیر و اصول تفسیر فقہ اصول فقہ اور علوم عربیہ ادب معانی نحو صرف وغیرہ کو رہے، ان علوم میں حکومت کو دخل دینے یا ترمیم کرنے کا کوئی حق نہ ہو

(ب) نئے علوم کے اضافہ اور نصاب میں کمی بیشی کی نگرانی کا کام مدارس عربیہ کی اپنی ایک بااختیار تنظیم اور کسی فعال بورڈ کے ہاتھ میں رہے جس میں شامل علماء مدارس عربیہ کے تمام مسائل کی اہمیت اور مسلک و مشرب سے آگاہ ہوں مستند ہوں اور حکومت کے اثر سے آزاد ہوں جن کے تقویٰ و دیانت اور علمی مہارت پر اعتماد ہو اور کم از کم دس سالہ تجربہ مدارس عربیہ میں پڑھنے پڑھانے کا انہیں حاصل ہو اس بورڈ میں ملک کے مستند اور ممتاز مدارس عربیہ کے مہتممین یا صدر مدرس کی کم از کم دو تہائی اکثریت ہونی چاہیئے پھر اس بورڈ کے ارکان پر عامۃ المسلمین اور اہل علم کا اعتماد بھی ہو۔ اگر اس بورڈ کا تقرر حکومت کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو خطرہ ہے کہ اس میں سابقہ ثقافتی یا سرکاری تحقیقاتی اداروں جیسے نام نہاد "علامہ اور محقق" قسم کے لوگ شامل کر دیئے جاتے جو اس نظام تعلیم کا سارا نقشہ ہی بدل دیں گے۔

(ج) اس بااختیار تنظیم کی ایک مثال ہمارے سامنے مدارس عربیہ کی ایک تنظیم وفاق المدارس کی شکل میں موجود ہے جس کا مرکز ملتان میں ہے تقریباً ڈھائی سو مدارس اس سے منسلک ہیں اور درس نظامی کی انتہائی کلاس دورہ حدیث شریف کے امتحانات دس سال سے اس تنظیم کی نگرانی بھی کرتی ہے اور نصاب میں کمی بیشی بھی عرصہ سے اس کے ہاں زیر غور ہے۔ وفاق المدارس بھی زیادہ فعال، منظم اور بااختیار بنا دینے کی صورت میں ملک کے بعض دیگر ممتاز مدارس بھی اس سے الحاق کر سکتے ہیں اور بلا کسی دخل اندازی کے حکومت کی نصاب کے سلسلہ میں ماہر اساتذہ اور کتابوں کی فراہمی اور اسناد کی منظوری وغیرہ متبادل دوسری کسی خود مختار تنظیم کے نامزد کردہ بورڈ ہی کو منظور کر لے اور اس میں غیر ملحقہ مدارس یا جدید علوم کے ماہرین کو بھی نمائندگی دے دی جائے اور اسے بااختیار اور آزاد چھوڑ دے تو حکومت ایک تو بھاری اخراجات سے بچ جائے گی، دوسرے مدارس بھی نظام تعلیم کا معیار باقی رکھنے کے سلسلے میں کئی پریشانیوں اور بے اطمینانیوں سے محفوظ رہیں گے

(د) مدارس عربیہ کے امتحانات اور تعلیمات کی نگرانی، نصاب میں مشورہ اور رہنمائی کا کام اس بورڈ کے ہاتھ میں ہو اور دیگر تمام داخلی انتظامی امور اساتذہ کا نصب و عزل وغیرہ کا اختیار مقامی مجلس منتظمہ اور مہتمم کی مرضی پر ہے

(ہ) مالیات کے سلسلہ میں بھی مدرسہ کلاً خود مختار رہے اور اس کے آمد و خرچ کا کام مجلس منتظمہ ہی پر چھوڑ دے بالفاظ دیگر حکومت مدارس عربیہ کے اخراجات کا بوجھ بیت المال پر نہ ڈالے، اگر یکمشت اور غیر مشروط کسی وقت بطور عطیہ کچھ دے تو حرج نہیں، البتہ گرانٹ کے نام پر حکومت دینی عربی مدارس کی امداد نہ کرے تاکہ ان مدارس کے ساتھ قوم کا تعاون اور اعتماد برقرار رہے اور مالی طور پر حکومت کا دست نگر بننے کی وجہ سے ان علوم کی آزاد اسلامی روح بھی مجروح نہ ہونے پائے۔ دو سو سال سے قوم جس خلوص سے ان مدارس کے خطیر اخراجات برداشت کرتی چلی آئی ہے۔ یہ چیز صرف اس صورت میں آئندہ بھی قائم رہ سکتی ہے کہ حکومت کا مالی تعاون نہ ہو۔ اگر قوم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان دینی مدارس کو حکومت باقاعدہ مشروط امداد دے رہی ہے تو وہ کنارہ کش ہو جائے گی اور سارا بوجھ سرکاری خزانہ پر پڑ جائے گا جو اس کے لیے ناقابل برداشت ہونے کی وجہ سے اس نظام کے لیے ناقابل تلافی نقصان کا موجب بنے گا اور بنیادی بات رہی ہے کہ دین حکومت کی آئے دن کی پالیسیوں کے نیچے پس جائے گا اور نادانستہ حکومت کا یہ اصلاحی قدم دین کے ختم کرنے اور اس ملک کی نظریاتی اساس کو برباد کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔

(د): مدارس عربیہ کو مالیات کے لحاظ سے آزاد چھوڑ دینے کی صورت میں یہ خطرہ ہے کہ بہت سے لوگ دینی علوم اور مدارس عربیہ کے نام پر بد دیانتی کرنے لگیں گے۔ تو اس کے تدارک کے لیے حکومت یا منتخب بورڈ ہر مدرسہ کے مالیات آمد و خرچ اور حسابات کی جانچ پڑتال کر سکتی ہے کہ واقعی فلاں مدرسہ موجود ہے یا نہیں ۔؟ اور تعلیمی سلسلہ اس میں باقاعدہ جاری ہے یا نہیں اور اس کا حساب کتاب درست ہے یا غلط ۔؟

رہا یہ سوال کہ حکومت کی مالی سرپرستی نہ کرنے اور مالی امداد نہ دینے کی

صورت میں علماء اور طلباء کا معیار دنیوی معیار اونچا نہیں ہو سکتا اور معیارِ زندگی کمزور رہے گا، تو گزارش ہے کہ علماء حق اور دینی مدارس والے یہ خدمت دو سو سال سے فقر و فاقہ برداشت کرکے بقدر

—

کی زندگی گزار کر انجام دیتے آئے ہیں۔ یہ جماعت علوم انبیاء کی وارث ہے جن کا اعلان تھا کہ

(علماء کے سامنے اصل مسئلہ اپنے لیے معاشی خوشحالی نہیں پیٹ کا مسئلہ نہیں بلکہ دین کی بقاء اور تحفظ کا ہے اگر حکومت کی کسی نئی پالیسی سے یہ مقصد مجروح ہوتا ہے اور کسی اقدام سے علماء ربانی کا گروہ مطمئن نہیں ہوتا تو وہ ایسے مدارس کو چھوڑ کر اسلاف کی طرح جنگلوں اور درختوں کے سایہ میں بیٹھ کر وراثتِ نبوت علوم نبویہ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ انہوں نے بوسیدہ چٹائیوں پر بیٹھ کر برطانیہ اور انگریز کے علی الرغم دین کی خدمت کی تو اب تو بحمد اللہ اپنی حکومت ہے اور علماء ملک کی بقاء کی خاطر اور بھی بڑھ چڑھ کر دین کی حفاظت کریں گے۔ یہ ہمیں یقین ہے کہ موجودہ حکومت دین کی بقاء چاہتی ہے نہ کہ ضعف اور اس میں تحریف مگر سابقہ تجربات بتلاتے ہیں کہ جب بھی خود غرض اور مطلق العنان قسم کے لوگ اقتدار پر قابض ہوئے تو وہ دین میں دخل اندازی کرنے لگے اور اسے اپنی خواہشات کا خادم اور حاشیہ بردار بنانے لگے جس کا ثمرہ یہی ہوتا ہے کہ دین ایسے ملک سے کسی دوسری جگہ اپنا ڈیرہ ڈال دیتا ہے اور خود یہ قوم نہ دین کی رہتی ہے اور نہ دنیا کی — بلکہ کا مصداق بن جاتی ہے

اس وقت علماء حق اسلام کی خاطر سوشلزم، اشتراکیت، مغربیت اور دیگر لادینی فتنوں کے مقابلہ میں بلا کسی خوف اور لالچ کے سینہ سپر ہیں۔

تو ہمیں یقین ہے کہ دین کی ترویج اور فروغ کی خاطر بغیر طمع و لالچ اور محض خداوند کریم کی خوشنودی حاصل کرنے سے علماءِ حق قدیم دینی نظام تعلیم کو محفوظ رکھیں گے اور بوسیدہ چٹائیوں اور باسی ٹکڑوں پر گذر اوقات کرکے علوم دینیہ کی درس و تدریس کو جاری رکھیں گے۔ اس وقت ممکن ہے کہ کچھ لالچی قسم کے لوگ مدارس عربیہ پر حکومت کے کنٹرول اور تسلط کی تائید کریں مگر یہ لوگ نہ تو حکومت کے خیر خواہ ہوں گے نہ دین کے اور نہ اس ملک کے بلکہ انہیں محض اپنے وقتی مفادات عزیز ہوں گے۔ اہل حق کا گروہ ہر حال میں بغیر کسی لومۃ لائم کے فریضۂ مذہبی ادا کرنے میں سعی بلیغ کرتا رہے گا اور

کے وعدہ کے مطابق خداوند کریم کی

نصرتِ غیبی ان کے شامل حال رہے گی۔

دو ایک مزید گزارشات پیش ہیں:

الف: اسلامی مدارس کو جدید نظام تعلیم میں مدغم کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ جدید نظام تعلیم کو درست کیا جائے جس پر حکومت کا کروڑوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ اس تبدیلی کے نتائج اگر پاکستان اور دین کے حق میں ظاہر ہوئے تو اس کی افادیت کے بعد مذہبی مدارس خود بخود اپنے نظام میں تبدیلی کا تقاضا کرنے لگیں گے۔ مگر اب تک جدید نظام تعلیم جو نہ دین کے لیے فٹ ہے اور نہ دنیا کے لیے اس میں اہم انقلاب لائے بغیر دینی مدارس کو اس سے منسلک کرنے کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ دین کے تحفظ کا جو کام ہو رہا ہے وہ بھی درہم برہم ہو جائے گا۔

(ب) مشنری اداروں کو بند کر دینے کی تجویز بھی نہایت قابل تحسین ہے اس سے لادینی اور مغربی فتنوں کا دروازہ بند ہو جائے گا، البتہ پاکستان اقلیتوں اور عیسائیوں کے سکولوں کے آزاد چھوڑ دینے میں یہ خطرہ ہے کہ جو خطرات غیر ملکی مشنری اداروں سے بلاواسطہ درپیش تھے۔ اب وہ ان ملکی اداروں کے ذریعہ بالواسطہ اپنے مقاصد کی تکمیل کراتے رہیں گے۔ لہٰذا ایک تو ایسے اداروں میں کسی مسلمان بچے کو داخلہ کی اجازت نہ ہو۔ دوسرے ملک کی سلامتی کی خاطر اور ان کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ رہنے کیلئے ان اداروں کی کڑی نگرانی رکھی جائے۔

(ج): رپورٹ میں اسلامیات کو میٹرک تک لازمی اور پوسٹ گریجویٹ کے درجہ کے لیے اختیاری قرار دیا گیا ہے، مگر اسلامیات کو آخری درجوں تک لازمی قرار دینا چاہیئے اور اس میں ناکام ہونے کی صورت میں آخری ڈگری بھی روک دینی چاہیئے اس کے بغیر محض ادھوری اور سرسری دینی معلومات کا نتیجہ خاطر خواہ نہ ہوگا بلکہ نیم عالم خطرۂ ایمان کا منظر ہوگا اور آگے جل کر دین کے بارہ میں ایسے اذہان ارتیاب اور تذبذب کا شکار ہوں گے۔

(د) ایک اہم بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اسلامیات پڑھانے والے اساتذہ اسلامی علوم کے ماہر ہونے کے علاوہ اسلامی اخلاق و کردار کا عملی نمونہ حضور ؐ کے اسوہ حسنہ پر گامزن ہوں۔ اس طرح استاد کی زندگی اور تربیت کا اثر شاگردوں پر پڑے گا اور نرے محقق قسم کے اساتذہ میں یہ چیز ضرور ملحوظ ہے کہ کم از کم ظاہری طور پر تو وہ متشرع اور احکام شریعت کی پابندی کرنے والے ہوں۔

آخر میں ہم تعلیمی پالیسی پیش کرنے والے محترم جناب ائیر مارشل نور خان (جن کے اخلاص تدبر اور عالی ہمتی کی بڑی شہرت ہے) سے توقع رکھتے ہیں کہ دو سو برس کے دور غلامی کی خرابی کی جڑیں بہت دور تک پہنچ چکی ہیں، کسی بھی انقلابی قدم اٹھانے سے پہلے مسئلہ کے تمام گوشوں کو دیکھ کر نہایت حکیمانہ، مدبرانہ اور غیر عاجلانہ قدم اٹھانا چاہیئے۔ جدید تعلیمی نظام میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان لاکھوں افراد کے دینی و اسلامی تربیت پر بھی توجہ دینی چاہیئے جن کا ذہن و دماغ جدید تعلیم کے سانچہ میں ڈھلا ہوا ہے۔ اس نظام کی افادیت ان کے دل میں راسخ ہو چکی ہے۔ یہی لوگ اس نئے تعلیمی نظام کو چلانے والے ہوں گے تو جب تک اس محکمہ سے وابستہ لاکھوں افراد دل و جان سے اسلامیات کی فوقیت اور عظمت کے قائل نہ ہوں گے وہ اسے نئی نسل کے قلوب میں پوری شرح صدر کے ساتھ کب اتار سکیں گے۔ اسی طرح جب قدیم علوم پڑھانے والوں کو اس نظام کی افادیت کا علم ہوگا تو وہ جدید علوم و فنون کو بھی بخوشی قبول کریں گے ہم انقلابی حکومت کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ملک و ملت کی اصلاح کی خاطر اصلاحی اقدامات کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ دین و ملک اور مسلمانوں کی کامیابی و سرخروئی کے لیے کام کرنے کی انہیں صحیح توفیق عطا فرماوے

عبدالحق غفرلہ ۲۶ جولائی ۱۹۶۹ء

بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک